Advance Social Science Archives Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.2 No.4, Oct-Dec, 2024. Page No. 108-116
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE CONSTRUCTION AND FORMATION OF ISLAMIC SOCIETY AND ITS FUNDAMENTAL PRINCIPLES: A FOCUSED STUDY ON THE BOOK 'THE LAST AND GREATEST MESSENGER' BY DR. NASIR AHMAD NAS

اسلامی معاشرے کی تعمیر و تشکیل اور اس کے بنیادی اصول: کتاب پیغمبر اعظم و آخر از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا خصوصی مطالعہ

ڈاکٹر محمد شاہ فیصل	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
	Email: dr.shah.faisal@aiu.edu.pk
ڈاکٹر محمد عمر فاروق	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل یونیورسٹی اسلام آباد
	Email: muhammad.umar@numl.edu.pk
محمد ندیم	لیکچرار، شعبہ اسلامیات، الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
	Email: hnadeem3499@gmail.com

ABSTRACT

The migration of the Prophet Muhammad (peace be upon him) from Mecca to Medina was crucial for establishing a social structure for the *Muhajirun* (migrants) and *Ansar* (helpers). The Treaty of Brotherhood laid the foundations for their mutual relationships, marking the start of a cohesive Muslim community. Over time, this led to the establishment of an ideal society, with evolving principles as challenges arose.The Companions of the Prophet later used these foundational treaties to significantly shape the community. Biographers of the Prophet, including Dr. Nasir Ahmad Nasir in his book "The Last and Greatest Messenger (پیغمبر اعظم وآخر)" have documented both the Prophet's life and the principles for building an Islamic society. In this article we have focused to address several key questions: What challenges did the Prophet (PBUH) face in establishing the Islamic society in Medina? How was the new society formed to ensure the success of the Islamic movement? What fundamental principles were considered for the establishment of the Islamic community?

Keywords: Treaty of brotherhood, social structure, Foundational treaties, Fundamental principles, Cohesive community, Cultural integration.

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی، تو ہجرت کے بعد اہم ترین مسئلہ مہاجرین اور انصار کی معاشرتی زندگی کی تشکیل تھی، جس کا سب سے پہلا مرحلہ مہاجرین وانصار کے باہمی تعلق پر مشتمل تھا، چنانچہ رسول ﷺ نے مواخات مدینہ کے معاہدے کے ذریعے مہاجرین وانصار کے باہمی تعلق کی بنیادیں واضح کیں اور یوں مدینہ میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کی پہلی اکائی کی ابتداء ہوئی۔ چنانچہ اسی معاہدے کے ذریعے مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کی جہتیں واضح ہونا شروع ہو گئیں، اسی طرح میثاق مدینہ کے ذریعے مسلم اور دیگر اقوام کے درمیان تعلق بھی معاہداتی معاشرہ کی صورت میں ہوا، اور اس کے بعد حالات اور چیلنجز کو مد نظر رکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ اس تشکیل کے بنیادی اصول بھی

واضح ہوتے چلے گئے۔ لہذا اصحابہ کرامؓ نے بعد کے زمانے میں معاشرے کی تشکیل میں ان معاہدات اور تشکیل معاشرے کے اصول و قواعد کے بخوبی استفادہ کرتے ہوئے تشکیل معاشرے میں اہم کردار ادا کیا۔

یہی وجہ ہے کہ تمام سیرت نگاروں نے جہاں رسول ﷺ کی حیات طیبہ مبارکہ پر قلم نگاری کی وہاں اس کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کی تشکیل اور اس معاشرے کی تعمیر کے اصول و قواعد کو بھی بخوبی اجاگر کیا۔ ان سیرت نگاروں میں سے ایک ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ہیں جنہوں اپنی شہرہ آفاق کتاب "پیغمبر اعظم وآخر" میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر اور مثالی معاشرے کے قیام کے بنیادی اصول پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں اسلامی معاشرے کے قیام میں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے کس طرح نئے معاشرے کا قیام کیا گیا؟ اور اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے کن بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھا گیا؟ ان تمام سوالوں کے جوابات ڈاکٹر صاحب کی کتاب کی روشنی میں اس آرٹیکل میں واضح کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا تعارف:

آپ کا نام "نصیر احمد" اور تخلص "ناصر" تھا، اسی لیے ڈاکٹر صاحب اپنا نام "نصیر احمد ناصر" اور اپنی بیشتر کتابوں کے دیباچوں میں اپنے آپ کو "تلمیذ القرآن" لکھا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب امر تسر صوبہ پنجاب (ہندوستان) میں ایک کشمیری گھرانے میں 1914ء میں پیدا ہوئے[1]۔ ابتدائی تعلیم امر تسر "ایم اے او ہائی سکول" سے شروع کی، اور اس کے بعد بقیہ تعلیم امر تسر "ایم اے او کالج" سے حاصل کی۔ آپ نے 1943ء میں BA(Hons) کیا، اور پھر 1945ء اکنامکس میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی، اور پھر 1947ء میں جامعہ پنجاب لاہور سے ڈاکٹریٹ آف لٹریچر (D.Litt.) کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر 13 اپریل 1997ء کو لاہور میں وفات پائے۔[2]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب مذہبی سکالر ہونے کے ساتھ ساتھ محقق، ادیب، فلسفی، مؤرخ اور اقبالیات وجمالیات کے ماہر تھے، آپ نے بے شمار تحقیقی وعلمی خدمات سرانجام دیں، آپ کی ان علمی کاوشوں میں: جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں، اقبال اور جمالیات، اسلامی ثقافت، تاریخ جمالیات، حسن انقلاب، فلسفۂ رسالت، اور روداد سفر حجاز جیسی معرکۃ الآراء تصنیفات شامل ہیں۔

کتاب "پیغمبر اعظم وآخر" کا تعارف و منہج:

کتاب "پیغمبر اعظم وآخر" پہلی مرتبہ سن 1988ء میں مکتبہ فیروز سنز لاہور سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی، 655 صفحات پر مشتمل کتاب کو سعودی گورنمنٹ کی طرف سے صدارتی ایوارڈ بھی ملا اور یہ وہ ایوارڈ تھا جس میں مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی مشہور کتاب الرحیق المختوم کو پہلا ایوارڈ ملا تھا مولانا کا تعلق بھارت کے ضلع مبارک پور سے تھا جب کہ ڈاکٹر صاحب کا تعلق پاکستان سے تھا، چنانچہ پاکستان کے طرف سے "پیغمبر اعظم وآخر" وہ واحد کتاب تھی جس کو ایوارڈ ملا۔

سبب تالیف: کتاب لکھنے کا اصل محرک اور سبب ڈاکٹر صاحبؒ نے دیباچہ میں خود ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں "عظیم انسانوں کی سوانح حیات پڑھنے کا مجھے بچپن ہی سے شوق رہا ہے، ہر سوانح عمری پڑھ کر ہمیشہ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ وہ شخص عظیم کیسے بن گیا؟ اسی سوال کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے سیرت طیبہ ﷺ کے حوالے سے قرآن مجید کے مختلف گوشوں کا تحقیقی نظروں سے مطالعہ کرنا شروع کیا، اور اپنے مطالعہ میں اس بات پر غور و فکر کرتے رہے کہ کس طرح رسول اللہ کی ہمہ گیر انقلابی شخصیت نے حسین ومثالی معاشرہ قائم کر لیا؟ انہی سوالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب پیغمبر اعظم وآخر تصنیف فرمائی۔[3]

کتاب کا ابتدائی حصہ دیباچہ، مقدمہ اور اصطلاحات پر مشتمل ہے اس کے بعد کتاب بنیادی طور پر دو حصوں (مکی اور مدنی) پر مشتمل ہے، البتہ پہلے حصے میں آٹھ اور دوسرے حصے میں نو ابواب شامل ہیں۔ اور آخر میں کتاب کے حواشی اور تشریحات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مدینہ میں نئے معاشرے کی تشکیل کی ضرورت:

رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ کے حالات مکہ سے مختلف تھے مکہ کے مقابلے میں مدینہ میں یہود کی دخل اندازی بہت زیادہ تھی، اہل مدینہ کی آمدن کے ذرائع تجارت کی بجائے کاشت کاری اور کھیتی باڑی پر مشتمل تھے، مکہ میں ایک طرف مسلمان آبادی تھی تو دوسری طرف غیر مسلم، لیکن اس کے مقابل مدینہ میں مسلم اور یہود کے علاوہ منافقین بھی تھے ان تمام حالات کو مد نظر رکھا جائے تو مدینہ میں ایک انسان دوست معاشرے کی تشکیل کی ضرورت تھی چنانچہ اسی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"بہر حال مدینے میں آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ایک نئے ماحول میں پایا جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی بلکہ ثقافتی لحاظ سے بھی مکے کے ماحول سے مختلف تھا، مکے میں صرف قریش ہی کے پاس حکومت و قوت تھی اور اہل مکہ قریب قریب سبھی مشرک وبت پرست تھے لیکن مدینے میں بت پرستوں کے علاوہ یہود ونصاری بھی تھے، وسائل پیداوار پر زیادہ تر یہود کا قبضہ تھا اس لیے معاشی، ثقافتی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے ان کی حیثیت بڑی مضبوط و مستحکم تھی۔۔۔یثرب کے ان نامساعد وخطرناک سیاسی حالات میں آپ ﷺ نے اسلام کی تحریک انقلاب کو کامیاب بنانے کے لیے ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھنی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق اس کی تشکیل و تعمیر کرنی تھی، آپ ﷺ اہل عرب کی سیاسی بصیرت سے غافل نہ تھے اور جانتے تھے کہ اہل یثرب اپنے اندر ایک انقلابی معاشرے اور حکومت کے وجود کو برداشت نہیں کریں گے، لہذا آپ اپنے بے مثال تدبر کے ذریعے ان کے ساتھ سیاسی معاہدات کرنے میں کامیاب ہوگئے، اصل یہ ہے کہ اس کامیابی ہی نے آپ ﷺ کو مدینے میں اسلامی معاشرے اور مملکت کی طرح ڈالنے اور اہل مکہ کی سیاسی چالوں، دباؤ اور جارحانہ حملوں کا مقابلہ کرنے، نیز ان کی تجارتی شاہراہ کو مسدود کرنے اور اس طرح ان کی معیشت کو کمزور کر کے ان کی جارحانہ قوت کو مضمحل کرنے کے قابل بنایا"۔ (4)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے مدینہ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے کہ مدینہ میں سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی لحاظ سے نئے معاشرے کے قیام کے لیے مختلف مسائل اور چیلنجز تھے جن پر آپ ﷺ نے بخوبی اپنی تدبرانہ حکمت عملی کے ذریعے قابو پایا۔

تشکیل معاشرہ اور وحی الہی:

تشکیل معاشرہ کے لیے تمام تر ہدایات کا مرکز وحی الہی تھا جو قرآنی آیات کی شکل تھیں اور انہی آیات پر غور و فکر اور تدبر کر کے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، تشکیل معاشرہ میں وحی الہی کے کردار کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کی زبان میں اس میں ہر دور کے انسان کے لیے بہترین نمونہ زندگی (اسوۂ حسنہ) موجود ہے، آپ ﷺ کی تخلیقی فکر و قوت نے وحی و تنزیل کی روشنی میں جو معاشرہ قائم کیا، اسے اس کے کلی تناظر صحیح طور سے دیکھنے کے بعد انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کا نقشہ جزئیات سمیت آپ ﷺ کے ذہن میں واضح طور سے موجود تھا، نیز ان معاشرتی اصولوں کے مطابق ہی آپ ﷺ نے ان گنت مسائل کو حل کیا جو مدینے کے نئے ماحول میں آتے ہی تحریک اسلام کو درپیش آئے"۔ (5)

آج کے اس دور میں بھی مسلمان اگر مدینہ کی طرح مثالی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب اللہ سے بخوبی استفادہ کریں جس میں قیام معاشرہ کے لیے تمام تر اصول و قواعد مذکور ہیں، ان قواعد کا معاشرہ میں اطلاق کا طریقہ کار رسول اللہ ﷺ کے اسوہ میں موجود ہے لہذا وحی الہی یعنی قرآن کریم کے ساتھ ساتھ قیام معاشرے کے لیے اسوۂ رسول ﷺ سے بخوبی استفادہ کرنے کی ضرورت ہے اور آپ ﷺ کا اسوہ ہی قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیادیں:

کسی بھی عمارت کو قائم کرنے کے لیے سب سے اہم چیز اس کی بنیاد ہوتی ہے، اور عمارت کی مضبوطی بنیادوں کی مضبوطی پر منحصر ہوتی ہے، لہذا بنیادیں جتنی مضبوط ہوں اتنی ہی عمارت مضبوط شمار ہوتی ہے۔ معاشرے کے قیام میں اہم کردار اس کی بنیادیں ہوتی ہیں، لہذا ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی کتاب میں مدینہ میں اسلامی معاشرہ کن بنیادوں پر قائم تھا اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ آپ ﷺ نے اسلامی یا مثالی معاشرے کی اساس محبت پر رکھی تھی جو انسان کی فطرت ار آرزوئے الہ کی تسکین کرتی ہے، اس محبت کا خمیر تین چیزوں سے اٹھتا ہے: آرزوئے الہ، آرزوئے حسن اور رحمۃ للعالمینی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی معاشرے کے افراد کو اپنے الہ یعنی معبود و محبوب اور مطلوب و مقصود کی فطری طلب و جستجو ہوتی ہے جو ذات باری تعالی ہے، چونکہ اللہ تعالی حسین ہے اور اس نے ہر چیز حسین بنائی ہے اور انسان کو جمالیاتی حس ودیعت کی ہے لہذا وہ طبعا حسن سے محبت اور قبح سے نفرت کرتا ہے انسان چونکہ اس کائنات کی حسین ترین مخلوق ہے، لہذا اس میں اپنی ہم جنس مخلوق سے سب سے زیادہ محبت کرنے کی استعداد پائی جاتی ہے، محبت چونکہ عدل واحسان سے معتبر بنتی ہے اس لیے مسلمان نہ صرف اسلامی معاشرے بلکہ سب مخلوقات اور جہانوں کے لیے رحمت ہوتا ہے"۔

کسی بھی معاشرے کے لیے اس معاشرے کی نظریاتی اساس سب سے اہم ہوتی ہے بلکہ معاشرہ در اصل نظریات کا عکاس ہوتا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب اسلامی معاشرے کی نظریاتی بنیاد کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اسلامی معاشرہ کی دوسری نظریاتی بنیاد عقیدۂ مکافات عمل ہے، اسے مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہر عمل کا رد عمل یا نتیجہ ہوتا ہے، اور فاعل اپنے فعل کے نتائج کا ذمے دار اور مرہون ہوتا ہے، وہ مزرع حال میں جو بوتا ہے اسے اس دنیا اور آخرت دونوں میں کاٹنا پڑتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اسے صاحب ارادہ واختیار بنایا ہے چونکہ اس دنیا کی ہر تخلیق میں خرابی کی صورت مضمر ہے، اس لیے نفس انسانی کا مقدر موت تو ہے لیکن عدمیت یا فانیت نہیں، وجہ یہ ہے کہ موت فانی اور زندگی لافانی ہے، موت کا وظیفہ وجود انسانی کو مار کر روح کو آزاد کر دینا اور پھر خود ہمیشہ کے لیے فنا ہو جانا ہے، روح آزاد ہو کر اپنے اصل جہان کو لوٹ جاتی ہے، جسے دار الآخرت یا دار الحیوان سے تعبیر کیا گیا ہے، دنیا انسان کے لیے دار الامتحان اور حیوان صفت انسان کے لیے دار الجزاء ہے، جہاں اہل حسن و سرور ہمیشہ حسن المآب میں ارتقائی زندگی بسر کرتے رہیں گے اور شریر و آتش بدل لوگوں کو شر المآب میں رہنا ہوگا، جہاں وہ نہ مریں گے نہ جئیں گے"۔[6]

معاشرہ میں انسان کی حیثیت اور تعمیر معاشرہ میں کردار:

تعمیر معاشرہ پر جب بھی بحث ہوتی ہے اس بحث میں ہمیشہ انسان زیر بحث آتا ہے کیونکہ جب تک معاشرہ میں انسان کی حیثیت متعین نہیں ہوتی تب تک تعمیر معاشرہ میں اس کا کردار واضح نہیں ہوتا، ارسطو نے انسان کو معاشرتی حیوان کہا ہے لیکن حیوان وانسان میں زندگی تو بلاشبہ قدر مشترک ہے، لیکن شکل وصورت، راست قامتی اور حسی و قلبی قوتوں اور ارادہ واختیار کے سبب دونوں میں بعد المشرقین ہے، لہذا انسان کے لیے "معاشرتی بشر" کی تعبیر اختیار کی ہے[7]۔ اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں: "حیات انسانی ایک اکائی ہے، لیکن انسان نے اپنے ارادہ واختیار اور فکر و عمل کی آزادی سے اسے گوناگوں، مگر علیحدہ علیحدہ شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ پیچیدہ اور دشوار بن گئی ہے، اسلام حیات انسانی کی وحدت اور کثرت دونوں کو تسلیم کرتا ہے لیکن وہ حیات انسانی کو ایک نامیاتی کل اور اس کے تمام شعبوں کو مربوط اور غیر منفک سمجھتا ہے جنہیں ایک دوسرے سے جدا کر کے نہیں دیکھا جاسکتا، کیونکہ اس سے فکر و عمل کی گمراہی لازم آتی ہے، لہذا اس نے انسان کو جو معاشرتی بشر ہے اور خاندانی و عمرانی زندگی بسر کرنے پر طبعا اور حاجۃ مجبور ہے، جینے کے جو اصول بتائے ہیں، وہ فطری ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے بنائے ہوئے نہیں، اللہ تعالی کے بتائے ہوئے ہیں جو فاطر ہستی ہے اور فطرت انسانی کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں اور ان کی اصل "محبت" ہے، اب حیات انسانی کے مختلف شعبوں کے اصولوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جو اسلام کے معاشرتی خاکے کی تشکیل کرتے ہیں"۔[8]

معاشرتی زندگی میں انسان کے اختیار پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "انسان اس دنیا میں معاشرتی زندگی بسر کرنے پر طبعاً وحاجتاً مجبور ہے اسے انفرادی و معاشرتی زندگی کے ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حسی و قلبی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں، ساتھ ہی اسے ایسا کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ واختیار بھی عطا کر دیا گیا ہے، فطرت انسانی، مشیت ایزدی اور اسلام تینوں کی یہ آرزو ہے کہ انسان اپنے سفر زندگی کے لیے آرزو کی صراط مستقیم (راہ ہدایت) اختیار کرے اور اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے جو دوست کی دید ولقا کا مقام محمود ہے"۔[9]

تشکیل معاشرے کے بنیادی اصول:

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی کتاب میں تشکیل معاشرے کے لیے کن کن بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھا جائے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، ان اصولوں میں سے چند اہم اصول درج ذیل ہیں:

الف: روحانی اصول

یہ وہ اصول ہے جو شاید دنیا کے دیگر مذاہب اور ان مذاہب پر قائم ہونے والے معاشروں میں نہیں پایا جاتا، یا پھر روح انسانی پر مکمل طور پر توجہ نہیں کی جاتی۔ معاشرے کی تشکیل میں اس اصول کی اہمیت اور اس کے کردار پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "تقوی اسلام کی اصل الاصول اور انسان کی فطرت صحیحہ کا خاصہ ہے، اس اصل سے خشیت الہی، محبت انسانی، محبت کائنات، طلب و جستجوئے صداقت اور آرزوئے حسن واحسان کی شاخیں پھوٹتی ہیں علاوہ بریں، وہ علم وحکمت، رشد وہدایت، عظمت وکامیابی اور قرب الہی حاصل کرنے کی ایک ناگزیر شرط ہے، نیز وہ خودی کے نشوو ارتقاء اور اس کی طمانیت کا ذریعہ بھی ہے۔ حیات اجتماعی کے نشوو ارتقاء کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ افراد قومی نقطۂ نظر سے سوچیں اور عمل کریں، اور یہ تقوی ہے جو انسان میں اللہ تعالی کے حوالے سے سوچنے اور عمل کرنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔۔۔ تقوے سے آرزوئے الہ میں زندگی اور حرکیت پیدا ہوتی ہے۔۔۔ تقوی اور ایمان لازم وملزوم ہیں ایمان عبارت ہے اسلام کے معتقدات کو اپنی فکری و عملی زندگی کے اجزائے لاینفک بنا لینے سے، ایمان علم وحکمت، بامقصد تفکر مسلسل یا آپ ﷺ کے الفاظ میں تفکر واعتبار سے، نیز محبت ورحمت، عدل واحسان اور اعمال صالحہ سے نشوو ارتقاء کرتا ہے"۔[10]

اگر انسان تقوی کی صفات کا حامل نہ ہو تو انسان کے دل کو بے شمار بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے انسان میں شرک، ظلم، غفلت، فطرت صحیحہ کے تقاضوں سے تغافل، بخل، اخلاقی سماجی اور اقتصادی بد دیانتی، خیانت، بہتان، غیبت، احتکاز جیسی بے شمار بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کا اثر معاشرے میں بسنے والے دوسرے انسانوں پر ہوتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ پورا معاشرہ ان بیماریوں کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور یہ بیماریاں معاشرے میں عام ہو جاتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ معاشرے کی ترقی کی بجائے تنزلی کی شکل میں ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک بیماری دوسری کو جنم دینے کا سبب بنتی ہے مثلا انسان میں جب بخل پیدا ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان میں انفاق فی سبیل اللہ میں کمی آجاتی ہے اور جب انفاق فی سبیل اللہ میں کمی آتی ہے تو معاشی طور پر کمزور طبقے کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، چنانچہ کمزور طبقہ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہر اس راستہ کو اختیار کرتا ہے جو معاشرے کے لیے درست نہیں ہوتے جیسے چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ۔ جب کہ دوسری طرف بخیل شخص میں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حرص بڑھتی جاتی ہے لہٰذا مالدار طبقہ اپنے مال میں بڑھوتری کی خاطر کاروباری بد دیانتی اور احتکاز جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ان تمام بیماریوں کا اصل سبب تقوی کی کمی ہے، اسی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے تقوی کو اصل الاصول قرار دیا ہے۔

ب: عمرانی اصول

تشکیل معاشرہ کا دوسرا اصول عمرانی اصول ہے، عمرانیات جس کو انگریزی میں "Sociology" کہتے ہیں، ماہرین نے علم عمرانیات کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرانیات یا عمرانی اصول سے مراد "انسانی تعلقات، اداروں اور سماجی تعلقات پر مبنی اصولوں کا نام ہے"۔[11]

تشکیل معاشرہ کے دوسرے اصول (عمرانی اصول) پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے عمرانی اصولوں کو مندرجہ ذیل نقاط کی شکل میں ذکر کیا ہے:

1. حسن عمل یا عمل صالح عمرانی زندگی کا اصل الاصول ہے۔
2. فرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اس لیے وہ اس کا اہم، محترم اور ذمے دار عنصر ہے، لہٰذا احترام انسانی ہر شخص پر لازم ہے۔
3. جملہ بنی نوع انسان نسلاً ایک ہیں لہٰذا ان میں الوانی، لسانی، علاقائی، قبائلی یا قومی وغیرہ امتیازات غیر فطری اور اللہ تعالی کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور گمراہ کن ہیں۔
4. خاندان معاشرے کی بنیاد ہے اور خاندان کی اساس نکاح ہے، لہٰذا نکاح کے بغیر ازدواجی زندگی بے بنیاد، باطل اور لایعنی ہے۔[12]
5. ایک انسان کا قتل کل نوع انسانی کے قتل کے مترادف ہے، اسی طرح کسی ایک فرد کی جان بچانا کل بنی نوع انسان کی جانیں بچانے کے برابر ہے۔
6. معاشرتی امن وسلامتی کو برباد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
7. معاشرتی امن وسلامتی اسلام کے مقاصد جلیلہ میں سے ہے، لہٰذا فتنہ قتل انسانی سے بھی زیادہ گھناؤنا جرم ہے۔
8. فرد وجماعت دونوں پر شخصی آزادی وحقوق کا احترام لازم ہے۔
9. مسلمان دوسروں کی جان وآبرو اور عزت وناموس کے محافظ ہوتے ہیں، لہٰذا فتنہ وفساد دشنام طرازی، بہتان، غیبت چغلی اور طعن وتشنیع گناہ کبیرہ ہیں، حتی کہ دوسروں سے متعلق بدگمانی بھی گناہ ہے۔
10. مواخات، مساوات اور حریت فکر ونظر معاشرتی زندگی کے اجزائے لاینفک ہیں۔[13]

ج: معاشی اصول

تعمیر معاشرہ کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول "معاشی زندگی کا اصول" ہے، دور حاضر میں تعمیر معاشرے میں اہم ترین کردار اس اصول کا ہے، لہٰذا معاشی اصولوں کو ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ ذیل نقاط میں ذکر کیا ہے:

1. زمین وآسمان کے اندر اور درمیان جو کچھ بھی ہے اللہ تعالی نے تمام بنی نوع انسان کے تمتع واستفادہ کے لیے پیدا کیا ہے۔
2. محنت ومشقت انسان کا مقدر ہے اس لیے اس پر کسب یا محنت کے ذریعے روزی حاصل کرنا لازم ہے، لیکن کسب کا جائز اور روزی کا حلال ہونا ضروری ہے۔
3. پیدائش دولت اور تقسیم دولت عدل واحسان کے اصول پر ہونی چاہیے۔
4. بخل، اکتناز، احتکار وغیرہ کے ذریعے گردش دولت میں رکاوٹ پیدا کرنا سنگین جرم یا گناہ کبیرہ ہے۔
5. زکوۃ، خیرات وصدقات اور احسان کے ذریعے انسانی فلاح وبہود کے کاموں میں حصہ لینا فرض ہے۔
6. استحصال، جبر، ظلم اور سود حرام ہے۔

7. معاشی زندگی میں توازن برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور کاروباری بد دیانتی، خیانت وغیرہ سے اس توازن کو بگاڑنا قرآن حکیم کی اصطلاح میں "فساد" ہے اور ایسا کرنا والا فرد ہو یا حکومت، مجرم و گناہ گار ہے۔[14]

د: سیاسی اصول

دور حاضر میں ریاست کا انحصار سیاسی اصولوں پر ہوتا ہے، اور کسی بھی معاشرے کے قیام میں ریاست اور سیاسی اصول دونوں کار فرما ہوتے ہیں، جس سے سیاسی اصولوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے اصولوں میں سیاسی اصول کا بھی ذکر کیا ہے، جس کے اہم نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

1. سیاست کا اصل الاصول یہ ہے "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ"[15] یعنی فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے، کیونکہ وہ تمام بنی نوع انسان کا خالق و رب اور حاکم و بادشاہ ہے، لہٰذا ان پر فقط اسی کا حکم چل سکتا ہے، کسی اور کا نہیں۔
2. آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔[16]
3. اسلامی معاشرے میں فرعون، ہامان اور قارون جیسی قوتوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔[17]
4. ہر شخص پر دوسروں کی آزادی اور دیگر سیاسی حقوق کا احترام لازم ہے۔
5. حکومت شورائی نوعیت کی ہوگی۔
6. سیاسی اعتبار سے حالات حاضرہ اور مستقبل کے نتائج پر بیک وقت نظر ہونی چاہیے۔[18]
7. رعایا پر اپنے اولی الامر کی اطاعت لازمی ہے، بشرطیکہ یہ حکم احکام خداوندی سے متصادم نہ ہو۔
8. معاشرے میں امن و سلامتی برقرار رکھنا افراد اور حکومت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔
9. افراد کی تعلیم و تربیت (جس میں اسلامی، اخلاقی، فنی، صنعتی و حرفی اور عسکری تربیت بھی شامل ہے) کا وقت کے تقاضوں کے مطابق بندوبست کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔
10. اسلام کوئی جامد نظریاتی نظام نہیں بلکہ دینی تحریک ہے، اور اسے کامیابی کے ساتھ جاری وساری رکھنا، نیز اسے دیگر مذاہب و ادیان پر غالب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہنا فرد و حکومت کی ذمہ داری ہے۔
11. سب افراد خواہ اولی الامر ہوں یا رعایا، قانون کے سامنے جواب دہ ہیں اور انصاف کا حق سب کو حاصل ہے۔

ھ: ثقافتی اصول

ہر معاشرے میں بسے والے افراد کسی نہ کسی ثقافت کے حامل ہوتے ہیں، اور ان کا باہمی رہن سہن، پہناوا، عادات و اطوار اور باہمی گزر بسر کسی نہ کسی طور پر طریقوں پر اور اصولوں پر مشتمل ہوتا ہے، ثقافتی زندگی کے مفہوم کو ڈاکٹر صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "ثقافتی زندگی سے مراد جمالیاتی زندگی ہے اور جمالیاتی زندگی اسے کہتے ہیں جو صوری اور معنوی ہر اعتبار سے سچے جمالیاتی ذوق کے مطابق ہو"۔ اس مفہوم کو واضح کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ان تمام اشیاء کا ذکر کیا ہے جو ثقافتی زندگی میں تحسین پیدا کرتی ہیں جن میں تعلیم و تربیت، تحسین و اخلاق و کردار، تہذیب قول و فعل شامل ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے نزدیک ثقافت کے چار بنیادی عناصر ہیں جن میں حسن، صداقت، طہارت اور حیا شامل ہے۔[19] اسلامی معاشرے کی تشکیل اور تعمیر کے لیے دیگر اصولوں کی طرح کون کون سے ثقافتی اصول کار فرما ہوتے ہیں؟ ان اصولوں کو ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب نے اپنی کتاب میں ان نقاط کے ساتھ بیان کیا ہے:

1. حسن، صداقت، طہارت اور حیا فکری زندگی کے اجزائے لاینفک اور ثقافتی زندگی کے اصل الاصول ہیں۔
2. جمالیاتی حسن کو زندہ و حرکی اور ذوق کو لطیف، پاکیزہ اور ابعادی بنانا۔
3. اخلاق کی تہذیب و تحسین کرنا فرض ہے اور خلق کو عظیم بنانا سنت حسنہ ہے۔
4. زنا حرام ہے، چنانچہ مرد و زن کا ایسا قرب یا اختلاط جو جنسی اختلاط کا محرک و سبب بن سکے ممنوع ہے۔
5. بے حیائی، فحاشی اور عریانی، نیز ہر وہ چیز جو حسن نیت و جذبات کے منافی ہو اور گناہ کی تحریک کرے اور ترغیب دے، ممنوع و حرام ہے۔
6. علم و حکمت کا سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور انسان کو مہد سے لحد تک طالب علم و حکمت رہنا چاہیے۔

7. بامقصد سیاحت اور سیر و تفریح سے ثقافتی زندگی میں رنگینی وبو قلمونی پیدا ہوتی ہے۔
8. جھوٹ، فریب، نفاق، دغا، وعدہ خلافی، ناانصافی وغیرہ ثقافتی زندگی کے مہلک امراض ہیں، اور حسن کوری، بے ذوقی، بے بصری، ناخواندگی اور جہالت ثقافتی زندگی کے عیوب ہیں۔
9. مسجد ثقافت کا مولد و منشا ہے لہذا ثقافتی زندگی اور مسجد کے رشتے کو قائم و دوائم رکھنا فرد و قوم کی مشترکہ ذمے داری ہے۔
10. تقوی ثقافتی زندگی کی روح ہے لہذا ثقافتی زندگی کو تقوی و تزکیہ کے ذریعے زندہ و حرکی رکھنا چاہیے تاکہ وہ مسلسل نشوو ارتقاء کرتی جائے۔[20]

و: عسکری اصول

قیام معاشرے کے ساتھ معاشرے کی سلامتی اور حفاظت بھی ضروری ہے، اور کسی بھی معاشرے کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لیے عملی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جس کو عسکری جدوجہد بھی کہا جاتا ہے جو مسلح، لسانی، مالی اور قلم کی جدوجہد پر مشتمل ہے، قیام معاشرے کے لیے کن کن عسکری اصولوں کی ضرورت پڑتی ہے؟ ان کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

1. جہاد عسکری زندگی کا اصل الاصول ہے اور جہاد کا اصل الاصول فتنہ وفساد کا استیصال اور امن و سلامتی کا قیام ہے۔
2. جہاد فی سبیل اللہ سے مراد "اللہ تعالی کے حوالے سے اور اس کے احکام کے مطابق اس کے مظلوم بندوں کی مدد و دادرسی، نیز ملک وملت اور دین وحق کے تحفظ و دفاع کی خاطر کرنا چاہیے، اس میں ذاتی مفاد یا غرض نہیں ہونی چاہیے۔"
3. متحارب قوم یا فریق جنگ بندی یا صلح وآشتی کی درخواست کرے تو اسے قبول کر لینا چاہیے۔
4. جنگی، عسکری اور سیاسی معاہدوں کی پابندی لازمی ہے، لیکن دوسرا فریق معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو اس کی تنسیخ ہو جاتی ہے۔
5. جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کرنا چاہیے اور جنگ کے بعد جب امن قائم ہو جائے، تو انہیں رہا کر دینا ضروری ہے۔
6. ملک وملت، دین اور اسلام کی تحریک رحمۃ للعالمینی کو خارجی اور داخلی دشمنوں سے محفوظ رکھنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

ز: تعلیم وتربیت

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے جہاں سیاسی، ثقافتی، عسکری اور دیگر اصولوں پر بحث کی ہے وہاں اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے تعلیمی وتربیتی اصولوں کو بھی ذکر کیا ہے:

1. مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ایسا مرکز ضرور ہونا چاہیے جہاں روزانہ کی بنیاد پر باجماعت تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہے، اور اس کے لیے سب سے بہتر مرکز ہر علاقے کی اپنی اپنی مساجد ہیں۔
2. مسلمانوں کے تعلیمی مراکز میں قرأت قرآن، تزکیہ، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور علم نو کی تعلیم دی جانی چاہیے۔
3. علم وادب کے ارتقاء میں ذوق لسانی کے کردار کو اہمیت حاصل ہونی چاہیے۔
4. تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا عمل بھی ہونا چاہیے اور تزکیہ نام ہے قلب کو بیماریوں سے نجات دلا کر صحت مند اور توانا بنانا، اور اس کی فطری استعداد کو قوت سے فعل میں لانا اور ان کی تربیت کرنا تاکہ ان کے نشوو ارتقاء کا سلسلہ جاری رکھنے کا، اس کو تزکیۂ نفس اور تزکیۂ قلب سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور قلب کا تزکیہ تقوی، یاد الہی، شکر نعمت، مشاہدہ، تفکر، عبرت پذیری[21] اور جہاد جیسے سات اجزاء پر مشتمل ہے۔
5. طلباء کو زمانے کے تقاضوں اور ان کی استعداد کے مطابق قرآنی علوم اور حکمت کی تعلیم دینا ضروری ہے۔
6. خواتین کو علم وحکمت سیکھنے اور اخلاقی تربیت حاصل کرنے طلب وجستجو پر لگانا نبوی طریقہ ہے۔
7. تخلیقی قوتوں کے نشوو ارتقاء اور تخلیقی عمل استعداد کی زیادتی کے لیے گھریلو زندگی کا مطمئن و مسرور ہونا لازمی ہے۔
8. تعلیم کسی نہ کسی نصب العین پر منحصر ہو، معاشرے کی تشکیل اور تعمیر نو کے لیے نصب العین کا تعین ضروری ہے۔[22]
9. ڈاکٹر صاحب اسلامی معاشرے کی تشکیل وتعمیر پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسلامی معاشرہ ابھی تشکیل وتعمیر کے مرحلے میں تھا اور معاشرتی انقلاب کا سلسلہ جاری تھا معاشرتی انقلاب جب تک پایۂ تکمیل کو پہنچ نہیں جاتا، اسے اندر اور باہر سے ہر وقت مخالفت وبغاوت کا خطرہ لاحق رہتا ہے، لہذا آپ ﷺ کو ہر قدم بڑے حزم واحتیاط سے اٹھانا پڑتا اور ہر تبدیلی بتدریج لانا پڑتی تھی۔"

10. معاشرتی تعمیر وترقی پر بحث کرتے ہوئے آپ ﷺ کے طریق کار کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "آپ قرآن وخطابت کے ذریعے پہلے لوگوں میں کسی تبدیلی کی استعداد قبولیت پیدا کرتے، پھر اسے معاشرے میں لاتے، اس طرح اسے جدید خطوط پر تعمیر کرتے، اس سے اس امر کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ کیوں قرآن مجید، جو اسلام کے ہمہ گیر معاشرتی انقلاب اور تعمیر وتشکیل معاشرہ کے رہنما اصولوں کی زندہ کتاب ہے آپ ﷺ پر بتدریج نازل ہوئی، اصل یہ ہے کہ تعمیر تدریجی ہوا کرتی ہے"۔(23)

نتائج وسفارشات:

اس تحقیقی مقالہ میں مندرجہ ذیل نتائج اور سفارشات ہیں:

1. رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں مثالی معاشرہ کے قیام کی بنیاد وحی پر رکھی، لہذا آج ہمیں بھی چاہیے کہ ہم پاکستان میں مثالی معاشرہ کے قیام کے لیے کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے استفادہ کریں اور ایک مثالی معاشرہ قائم کریں۔
2. مثالی معاشرہ کی اَساس آرزوئے الہ، آرزوئے حسن، رحمۃ للعالمینی اور عقیدۂ مکافات عمل پر قائم ہونی چاہیے۔
3. معاشرہ میں انسان کی حیثیت "معاشرتی بشر" کی ہے حیات انسانی ایک وحدت کا نام ہے جو ارادہ، اختیار، فکر وعمل اور آزادی سے اس وحدت کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرتا ہے البتہ معاشرہ میں بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام شعبوں کا باہم مربوط ہونا ضروری ہے۔
4. ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے تشکیل معاشرہ کے لیے بنیادی سات اصول بتائے ہیں جن میں روحانی، عمرانی، معاشی، سیاسی، ثقافتی، عسکری اور تعلیمی اصول شامل ہے۔ البتہ ان میں سے ہر ایک اصول کے ماتحت کچھ مزید اصول بھی شمار کے ہیں۔
5. ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے بیان کردہ تشکیل معاشرہ کے اصولوں پر تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔
6. ڈاکٹر صاحب نے اسلام کے نظریۂ جنگ کو جس انداز سے بیان کیا ہے اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، اور ایم اے / بی ایس کی سطح کے تحقیق مقالہ میں اس پر مزید کام کیا جاسکتا ہے۔
7. آپ ﷺ نے دعوت اسلام کی خاطر مختلف بادشاہوں کو جو خطوط لکھے ہیں اس پر ڈاکٹر صاحب بہت عمدہ تبصرہ کیا ہے جس کو ایک آرٹیکل کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
8. آپ ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین، اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں بہت تفصیلی گفتگو کی ہے جس کا تجزیاتی مطالعہ ایم فل کی سطح کے مقالہ کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

1) دیکھیے: ایم آر شاہد، "لاہور میں مدفون مشاہیر"، جلد:1، ص:292، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، اشاعت دوم، جولائی 2007ء۔

2) حوالہ سابقہ۔

3) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، دیباچہ، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:22-30، فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور، اشاعت اول: 1988ء۔

4) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:391۔

5) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:391۔

6) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:392۔

7) شاہد مختار، ارسطو: حیات وتعلیمات، فکر وفلسفہ، شاہد پبلشرز اینڈ بک سیلر، لاہور، 2007ء، ص:39

ارسطو نے جہاں انسان کو معاشرتی حیوان قرار دیا ہے وہاں ارسطو نے ریاست پر بھی بحث کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان صرف معاشرتی حیوان نہیں بلکہ سیاسی حیوان بھی ہے، اور ارسطو بھی اس کے قائل تھے۔

8) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:182۔

9) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:105۔

10) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:393-394۔

11) نذیر اے چوہدی، عمرانیات، الریحان پبلی کیشنز، لاہور، 2019، ص:7

12) معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں گھریلو یا خاندانی زندگی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "گھریلو زندگی معاشرتی زندگی کی اساس ہوتی ہے چونکہ گھروں سے خاندان اور خاندانوں سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے اس لیے جس قسم کی گھریلو اور خاندانی زندگی ہوتی ہے اسی قسم کی معاشرتی زندگی بھی ہوا کرتے ہے"۔ دیکھیے: ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:623

13) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:396۔

14) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:7 39۔

15) یوسف:40

16) فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا انسانی عزت وناموس پر بات کرنا، اس پر ڈاکٹر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آپ ﷺ نے اس زمانے اور خاص کر عرب کے انسانیت سوز جنگی دستور اور روایات کے برعکس مفتوحین کے مال وجان اور عزت وناموس سے قطعا تعرض نہ کیا، بڑے سے بڑے جنگی مجرم سے بھی مواخذہ نہ کیا اور سب کو معاف اور آزاد کر دیا، آپ ﷺ کے اس رویے نے جنگ کے عالمی دستور کو انسانی اقدار کے منافی سمجھ کر رد کر دیا اور دنیا کو اپنا جنگی دستور دیا جو رحمت یا انسانی اقدار کا حامل اور بیسویں صدی کی اقوام متحدہ کے دستور جنگ کا ماخذ ہے اور اس قرآن حکم کی حقانیت اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ اس نے چودہ برس پہلے کہا تھا کہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی میں نوع انسانی کے لیے حسین مثالی نمونہ ہے"۔ دیکھیے: ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:612

17) ڈاکٹر صاحب خطبہ حجۃ الوداع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس خطبۂ فتح کے بین اسلطور میں حکومت الھیہ کا انقلابی عقیدہ موجود ہے جو اس سامراجی اور استحصالی دور کے لوگوں کے لیے بالخصوص ایک حیرت انگیز انقلابی نظریہ تھا، اسی طرح یہ عقیدہ بھی ان کے لیے عجیب انقلابی اور ناقابل عمل تصور تھا کہ حکمران معبود نہ ہو، بندہ ہو، اور انسان کی عزت وتکریم قوت ودولت، حسب ونسب اور حکومت وسطوت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ خشیت الہی اور طلب حق وصداقت کی بنا پر ہو"۔ دیکھیے: ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:612

18) غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ کی منصوبہ بندی پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "زندگی کے ہر گوشے میں آپ ﷺ کی کامیابی کا ایک سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ کی نظر بیک وقت حال اور مستقبل پر رہتی تھی، تحریک اسلام بنیادی طور سے ایک عالمگیر انقلابی تحریک تھی لہذا اس کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرنا آپ ﷺ کے ہر اقدام ومہم کی مضمر غایت ہوتی تھی"۔ دیکھیے: ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:624

19) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:399۔

20) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:7 20-209

21) عبرت پذیری: کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "حوادث روزگار، حیات انسانی کے المیوں اور تاریخ کی روش سے عبرت حاصل کرنا"۔ دیکھیے: ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:420

22) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:608

23) ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد، کتاب پیغمبر اعظم وآخر، ص:570